*** تقریر ***

تقریر بابت اسلام
وقت 5-7 منٹ

مالِ غنیمت کا اسلامی فلسفہ

(قرآن، سنّتِ رسول اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الانفال:42)

علامہ کمال الدین الدمیری نے کیا خوب کہا کہ:

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

(حیاۃ الحیوان دمیری)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی پیدا نہ کرے گا۔

محترم ساتھیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے: **"مالِ غنیمت کا اسلامی فلسفہ"**

یہ دو الفاظ بظاہر ایک جنگی اصطلاح محسوس ہوتے ہیں، لیکن جب ہم قرآنِ کریم، سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیرتِ صحابہؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معارف پر مبنی تعلیمات کی روشنی میں اس اصطلاح کے حقیقی مفہوم پر غور کرتے ہیں تو ایک نہایت وسیع اور گہرا فلسفہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ صرف مال حاصل کرنے کا نام نہیں، بلکہ اس میں ملکیّت، امانت، اطاعت، ایثار، تقویٰ اور بالآخر اس روحانی دولت کا تصوّر بھی پوشیدہ ہے جو انسان کو اس دنیا سے اٹھا کر آخرت کی دائمی زندگی سے جوڑ دیتی ہے۔

اسلام نے مال کو مطلقاً بُرا قرار نہیں دیا۔ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ہے اور آزمائش بھی۔ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ فرق صرف اتنا ہے کہ مال انسان کے ہاتھ میں ہو تو نعمت ہے، لیکن دل میں اُتر جائے تو آزمائش بن جاتا ہے۔ اسلام انسان کو مال کا غلام نہیں بناتا بلکہ اسے مال کا امین بناتا ہے۔ یہی وہ بنیادی تصوّر ہے جس کے بغیر "مالِ غنیمت" کے اسلامی فلسفے کو پوری طرح سمجھا نہیں جا سکتا۔

قرآنِ کریم نے مالِ غنیمت کے شرعی نظام کو بیان کرتے ہوئے سورۃ الانفال:42 میں فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"تم جان لو کہ جو بھی مالِ غنیمت تمہارے ہاتھ لگے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ (یعنی دین کے کاموں کے لئے) اور رسول کے لئے اور اقرباء کے لئے اور یتامیٰ اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کر دینے کے دن اُتارا تھا جس دن دو جمعیتوں کا تصادم ہوا تھا اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔"

یہ آیت ہمیں ایک بنیادی اصول عطا کرتی ہے کہ جنگی غنیمت محض فاتحین کی بے قید ملکیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں مختلف طبقات کے حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ یتامیٰ، مساکین، مسافر اور اجتماعی ضرورتیں اس نظام کا حصّہ بنیں۔ گویا اسلام نے مالِ غنیمت کو بھی عدل، ذمّہ داری اور معاشرتی فلاح کے اصول سے وابستہ کر دیا۔

اسی سورۃ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مؤمن کی اصل پہچان بتاتے ہوئے فرمائے ہیں۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (الانفال:2)

کہ وہ تجھ سے اموالِ غنیمت سے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ اموالِ غنیمت اللہ اور رسول کے ہیں۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے درمیان اصلاح کرو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مؤمن ہو۔

غور کیجیے! مالِ غنیمت کے بیان کے ساتھ ہی قرآن تقویٰ، باہمی اصلاح اور اطاعت کو سامنے رکھتا ہے۔ گویا مال مل جانا کامیابی کی آخری علامت نہیں۔ مال ملنے کے بعد انسان کا کردار کیا رہتا ہے، یہی اصل امتحان ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَکُلُوۡا مِمَّا غَنِمۡتُمۡ حَلٰلًا طَیِّبًا ۫ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ (الانفال:70)

کہ جو حلال اور پاکیزہ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

یعنی مال حلال ہو، پاکیزہ ہو، مگر اس کے ساتھ تقویٰ بھی ہو۔ اسلام مال لینے سے پہلے دل کو درست کرتا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ مالِ غنیمت کی حلّت کبھی خیانت کی اجازت نہیں بن سکتی تھی۔ غزوۂ حنین کے بعد مسلمانوں کو بے شمار مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ چھ سے آٹھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ، یعنی تقریباً چار سو نوے کلوگرام چاندی، اس مال میں شامل تھی۔

معزز سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ مجھے ایسی فضیلتیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ اُن فضیلتوں میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں۔ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِی کہ غنیمتیں میرے لئے جائز کی گئی ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔

(مسلم کتاب المساجد)

غنیمت جس کی جمع غنائم ہے اُس مال و اسباب کو بولتے ہیں جو جنگوں میں اسلام کے دشمن شکست کی صورت میں میدان میں چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ اسلام سے قبل اِسے حرام سمجھا جاتا تھا مگر اسلام نے سورۃ انفال اُتار کر اِسے جائز اور حلال قرار دیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اِس حوالے سے فرماتے ہیں کہ

"(ایک) خصوصیت آپؐ کی یہ ہے کہ بخلاف سابقہ شریعتوں کے جن میں غنیمت کے مال کو جلا دینے کا حکم تھا۔ آپؐ کے واسطے جنگوں میں ہاتھ آنے والا مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے جس میں یہ حکمت ہے کہ ایک تو قوموں کے اموال یونہی ضائع نہ ہوں اور دوسرے ظالم لوگوں کو یہ سبق دیا جائے کہ اگر تُم دوسروں پر دست درازی کرو گے تو تمہارے اموال تُم سے چھین کر مظلوموں کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں گے اور تیسرے یہ کہ اسلامی غزوات میں کمزور مسلمانوں کے لئے مضبوطی کا سامان پیدا کیا جائے۔"

(چالیس جواہر پارے صفحہ 24)

اسلام میں غنائم کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ انفال کے نام پر ایک پوری سورت اُتار دی جس کے معنی کلام عرب میں ہر اس احسان کے ہیں جسے کوئی بغیر کسی پابندی یا وجہ کے دوسرے کے ساتھ کرے۔ پہلے کی تمام اُمّتوں پر یہ مال حرام تھے۔ اِس اُمّت پر اللہ نے رحم فرمایا اور مالِ غنیمت ان کے لیے حلال کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الانفال، غزوہ بدر کے بارے میں اُتری ہے اور یہ انفال صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی تھے۔ آپؐ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا گھوڑا بھی انفال میں سے ہے اور دیگر سامان جیسے ہتھیار بھی۔

(صحیح بخاری)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جس کام میں چاہیں وہ لگالیں تو گویا ان کے نزدیک مالِ فَے بھی انفال ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے سورۃ انفال آیت 2 کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ:

"یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ: تین الفاظ ہیں۔ فَے، غنیمت، نفل۔ 1۔ فَے: جس مال پر مسمانوں کا کچھ بڑا خرچ نہ ہوا ہو جیسے سورہ حشر میں فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ خَیۡلٍ وَّلَا رِکَابٍ۔ (حشر:7)۔ 2۔ نفل: وہ مال جو خرچ کے بالمقابل زیادہ ملا ہو۔ 3۔ غنیمت: اِس لفظ کے معنوں میں عام لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہے... غنیمت کے معنی لُوٹ کے کئے جاتے ہیں۔ عربی زبان میں غنیمت کہتے ہیں۔ مطلق حصولِ مال کو۔" (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 250)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن اپنے بھائی عمیر کے قاتل سعید بن العاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ! اسے باقی مال کے ساتھ رکھ آؤ۔ ابھی مَیں چند قدم ہی چلا ہوں گا جو سورۃ الانفال نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! وہ تلوار لے جاؤ۔

(مسند احمد)

ایک روایت حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکوں سے بچالیا اب آپ یہ تلوار مجھے دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا: سنو! نہ یہ تمہاری ہے اور نہ میری ہے۔ اسے بیت المال میں داخل کرادو، مَیں نے وہاں رکھ دی۔ ابھی مَیں واپس جا ہی رہا تھا تو کوئی میرا نام لے کر میرے پیچھے سے مجھے پکار رہا ہے لوٹا اور پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! کہیں میرے بارے میں کوئی وحی نہیں اتری؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں تم نے مجھ سے تلوار مانگی تھی اس وقت وہ میری نہ تھی اب وہ مجھے دے دی گئی اور مَیں تمہیں دے رہا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: 2740)

گو غنیمتوں کے حلال ہونے کے بارے حکم نازل ہو چکا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُسے اُسی کو دے رہے تھے جو اُس کا حقدار تھا یا جو اُسے جنگ سے لایا تھا لیکن بعض صحابہؓ نے بھی تمنّا کی اور آپس میں تقسیم پر معمولی جھگڑے بھی ہوئے یا جھگڑے کے امکانات پیدا ہونے کے خدشات جب ہوئے تو گو غنیمت کو حلال قرار دینے والی آیت ہی میں "اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ" کی ہدایت ہو چکی تھی کہ تم اپنے کاموں میں اللہ کا ڈر رکھو، آپس میں صلح وصفائی رکھو، ظلم، جھگڑے اور مخالفت سے باز آجاؤ۔ جو ہدایت وعلم اللہ کی طرف سے تمہیں ملا ہے اس کی قدر کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو، عدل وانصاف سے ان مالوں کو تقسیم کرو۔ پرہیزگاری اور صلاحیت اپنے اندر پیدا کرو۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں کہ

" فَاَنَّ لِلّٰہِ: خدا کی بڑائی کی اشاعت، کلام اللہ کی اشاعت۔ لِلرَّسُوۡلِ: اِس کے سوانح و احادیث کی اشاعت، اعتراضوں کا جواب۔ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی: امام کے ذی القربیٰ بیتُ المال میں حق رکھتے ہیں۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 265)

ایک مہم کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو امیر بنا کر وادیٔ نخلہ کی طرف بھیجا۔ اس مہم میں کامیابی کے بعد جو مالِ غنیمت ملا اس کو حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے پانچ حصوں میں منقسم کرکے بقیہ چار حصوں کو تقسیم کر دیا اور ایک کو بیت المال کے لیے رکھ لیا۔ یہ پہلا خُمس تھا جو اسلام میں اس دن مقرّر ہوا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 3 صفحہ 195 عَبۡدُاللّٰہِ بۡنُ جَحۡش)

جنگ بدر کی فتح کے بعد مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں سے ایک سو پچاس اونٹ اور دس گھوڑے ملے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کا سامان، ہتھیار، کپڑے اور بے شمار کھالیں، رنگا ہوا چمڑا اور اُون وغیرہ تھی جو مشرک اپنے ساتھ تجارت کے لیے لے کر آئے تھے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 252)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصّہ بھی صحابہؓ کے حصّے کے برابر رکھا تھا۔ اس جنگ میں ایک تلوار صحابہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھ لی اور اونٹوں میں سے ایک اونٹ ابوجہل کی ملکیت میں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا جس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا۔

(غزوات النبیؐ از مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ 43-44)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں شہید ہونے والوں کے ورثاء کو ان شہداء کا حصّہ اموال غنیمت میں سے دیا اور اسی طرح جو نائبین مدینہ میں مقرّر فرمائے یا کچھ اصحابؓ جن کے سپرد مختلف ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں اور وہ اس وجہ سے جنگِ بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے ان کو بھی حصہ دیا گیا۔

(غزوات النبی از علامہ حلبی مترجم اردو صفحہ 143-144)

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے غزوات، سرایا اور خلفائے راشدین کے عظیم جنگی معرکوں سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت ہی مسلمانوں کی آسودگی کا باعث بنا۔ اہل اسلام کے لیے اگر مالِ غنیمت حلال نہ ہوتا تو مسلمانوں کے لیے اتنی جلدی مالی مشکلات کا مقابلہ دشوار ہوتا۔ عہد نبوی کے غزوہ حنین و بدر، غزوہ طائف و خیبر اور غزوہ بنو مُصطلق سے ملنے والا مال و متاع مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ یوں جنگوں سے حاصل ہونے والے اموال کی حلّت سے جہاں اسلام مضبوط ہوا، بیت المال مضبوط ہوا وہاں عام مسلمان بھی ثقافت وائز معاشرے میں رہنے سہنے کے قابل ہوئے، اِن کے مالی حالات بہتر ہوئے اور آئندہ جنگوں کے لئے حربی و جنگی آلات بھی میسّر ہوئے وہاں نئے آلات خریدنے میں آسانیاں دیکھنے کو ملیں۔

ہاں ایک فائدہ اخلاقی لحاظ سے یہ ہوا کہ جو مشرکین و کفار کے قیدی محبوس ہوتے رہے۔ اُن کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے حسنِ سلوک اور شفقت و پیار بھرے برتاؤ کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات ملتی رہیں جو اسلامی تعلیم کا ایک روشن باب بنتی گئیں۔ پھر یہ قیدی صحابہؓ میں تقسیم ہوتے رہے۔ اِن میں سے بعض کی خرید و فروخت بھی ہوئی۔ بعضوں کو لونڈیاں بنایا گیا۔ بعضوں سے بعض صحابہؓ نے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی شادیاں بھی کیں۔

سامعین! جنگ میں کامیابی کے بعد جنگی قیدی بھی مالِ غنیمت کے طور پر مِلا کرتے تھے جن میں سے بعض کو غلام اور لونڈیوں کے طور پر تقسیم کر دیا جاتا تھا اور بعض کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب اہلِ مکّہ نے اپنے قیدیوں کے لئے فدیہ کی رقم بھیجی تو حضرت زینبؓ نے ابوالعاص کے فدیہ کے لئے جو مال بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے ان کی ابوالعاص سے شادی کے موقع پر ان کو دیا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپؐ پر شدید رقّت طاری ہوگئی اور آپؐ نے فرمایا: اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو اس کے قیدی کو (بلا معاوضہ) آزاد کر دو اور ان کا ہار ان کو واپس کر دو۔ صحابہؓ نے کہا ٹھیک ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لے لیا یا اس نے از خود وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت زینبؓ کو آپ کے پاس بھیج دے گا۔ پھر حضرت زید بن حارثہ اور ایک انصاری دونوں حضرت زینبؓ کو حضور کے پاس لے کر آئے۔

(سنن ابوداؤد الحدیث:2692)

اہلِ مکّہ کو لکھنا آتا تھا اور اہلِ مدینہ کو لکھنا نہیں آتا تھا، جب اہلِ مکّہ قیدی ہوئے تو حضورؐ نے ان کا یہ فدیہ مقرّر کیا کہ وہ مدینہ کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھائیں اور جب وہ لڑکے لکھنے میں ماہر ہوگئے تو وہ آزاد کر دیئے گئے، حضرت زید بن ثابتؓ نے بھی ان ہی سے لکھنا سیکھا تھا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد)

سامعین! حضرت ماریہ قبطیہؓ اور حضرت صفیہؓ اور حضرت جویریہؓ ایسی خواتین ہیں جو کہ ہدیہ میں اور جنگی قیدی کی حیثیت سے آئیں اور جن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں شامل ہوئیں۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ کو مصر کے بادشاہ مقوقس نے بطور ہدیہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا جن کو بعد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت کا شرف بخشا اور اُن کے بطن سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ جب 7 ہجری میں جنگِ خیبر ہوئی تو حضرت صفیہؓ کے خاوند اور والد اس جنگ میں مارے گئے۔ اس موقع پر قلعہ قموص کی فتح پر جو عورتیں قید ہوئیں ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ فتح خیبر کے وقت آپؓ کی عمر سترہ برس تھی۔ عرب کے رواج کے مطابق ان قیدیوں کو بھی تقسیم کیا گیا۔ دحیہ کلبیؓ نے ایک لونڈی کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی حضورؐ نے آپ کو انتخاب کی اجازت دی۔ دحیہؓ نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کیا۔ اس پر ایک صحابی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! صفیہؓ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی شہزادی ہیں، وہ آپؐ کے علاوہ کسی اور کے لئے مناسب نہیں ہیں۔ اس پر آپؐ نے اس صحابیؓ کی بات کو تسلیم فرمایا اور حضرت دحیہؓ کو حضرت صفیہؓ سمیت حاضر ہونے کا حکم دیا اور انہیں دوسری عورت عنایت کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت صفیہؓ پیش ہوئیں تو آپؐ نے ان کی تکریم کی اور فرمایا کہ تم اپنے دین پر رہنا چاہو تو تمہیں اس کا پورا اختیار ہے، تم پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں۔ ہاں! اگر اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرو تو اس میں بہر حال تمہاری بھلائی ہے۔ صفیہؓ نے کہا مَیں آپؐ کو سچا سمجھتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ مَیں سچا ہوں مگر جو مَیں نے بتایا ہے اس کے پیش نظر فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے۔ چنانچہ صفیہؓ نے اللہ، اس کے رسول اور اسلام کو اختیار کر لیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انہیں آزاد کر دیا بلکہ انہیں یہ بھی اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو آپؐ کے عقد میں آسکتی ہیں اور اگر چاہتی ہیں تو اپنے خاندان والوں کے پاس بھی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آنے کو ترجیح دی۔ آپؐ نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

(ماخوذ از ازواج مطہرات و صحابیات کا انسائیکلوپیڈیا صفحہ 213-214)

اسی طرح غزوۂ بنو مُصْطَلِق کی فتح کے بعد قبیلہ بنو مصطلق کے جو قیدی گرفتار ہوئے تھے ان میں اس قبیلہ کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بَرَّہ بھی تھی جن کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے جُوَیْرِیَہ رکھ دیا تھا۔ جو مُسَافِع بن صَفْوَان کے عقد میں تھیں جو غزوہ مُرَیسیع میں مارا گیا تھا۔ ان قیدیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب دستور مسلمان سپاہیوں میں تقسیم فرما دیا تھا اور اس تقسیم کی رُو سے بَرَّہ بنت حَارِث ایک انصاری صحابی ثابت بن قیسؓ کی سپردگی میں دی گئی تھی۔ بَرَّہ نے آزادی حاصل کرنے کے لئے ثابت بن قیسؓ کے ساتھ مکاتبت کے طریق پر یہ سمجھوتہ کیا یعنی وہ اگر اسے اس قدر رقم جو رقم مقرر ہوئی وہ 9 اوقیہ سونا تھا جو تین سو ساٹھ درہم بنتے ہیں۔ فدیہ کے طور پر ادا کر دے تو آزاد سمجھی جاوے۔ اس سمجھوتہ کے بعد بَرَّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارے حالات سنائے اور یہ جتلا کر کہ مَیں بنو مصطلق کے سردار کی لڑکی ہوں فدیہ کی رقم کی ادائیگی میں آپ کی اعانت چاہی۔ اس کی کہانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت متاثر ہوئے اور غالباً یہ خیال کر کے کہ چونکہ وہ ایک مشہور قبیلہ کے سردار کی لڑکی ہے شاید اس کے تعلق سے اس قبیلہ میں تبلیغی آسانیاں پیدا ہو جائیں آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی فرمالیں۔ چنانچہ آپؐ نے اسے خود اپنی طرف سے پیغام دیا اور اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار ہونے پر آپؐ نے اپنے پاس سے اس کے فدیہ کی رقم ادا فرما کر اس کے ساتھ شادی کر لی۔ صحابہؓ نے جب یہ دیکھا کہ ان کے آقاؐ نے بنو مصطلق کی رئیس زادی کو شرفِ ازدواجی عطا فرمایا ہے تو انہوں نے اس بات کو خلاف شانِ نبویؐ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والوں کو اپنے ہاتھ میں قید رکھیں اور اس طرح ایک سو گھرانے یعنی سینکڑوں قیدی بلا فدیہ یک لخت آزاد کر دئے گئے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ جویریہؓ... اپنی قوم کے لئے نہایت مبارک وجود ثابت ہوئی ہے۔ اس رشتہ اور اس احسان کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنو مصطلق کے لوگ بہت جلد اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گئے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 570-571)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کسی بھی قوم سے اچھے تعلقات کے لئے اس کے سفیروں سے حسن سلوک انتہائی ضروری ہے۔ آپؐ کا حکم تھا کہ غیر ملکی سفیروں سے خاص سلوک کرنا ہے۔ ان کا ادب اور احترام کرنا ہے اگر غلطی بھی ہو جائے تو صرفِ نظر کرنی ہے، چشم پوشی کرنی ہے۔ پھر اس امن قائم کرنے کے لئے فرمایا کہ اگر جنگی قیدیوں کے ساتھ کوئی مسلمان زیادتی کا مرتکب ہو تو اس قیدی کو بلا معاوضہ آزاد کر دو۔ تو یہ احکام ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام کی جنگیں برائے جنگ نہ تھیں بلکہ اسلام کے لئے، اللہ تعالیٰ کے لئے تھیں۔ آزادی ضمیر و مذہب کے قیام کے لئے تھیں اور دنیا کو امن و سلامتی دینے کے لئے تھیں۔ پھر قیدیوں سے حسن سلوک کے بارے میں قرآنی تعلیم ہے کہ اگر کسی قیدی کو یا غلام کو فدیہ دے کر چھڑانے والا کوئی نہ ہو اور وہ خود بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو فرمایا وَالَّذِیۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ فَکَاتِبُوۡهُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِیۡهِمۡ خَیۡرًا وَّاٰتُوۡهُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیۡۤ اٰتٰىكُمۡ (النور:34) یعنی تمہارے غلاموں یا جنگی قیدیوں میں سے جو تمہیں معاوضہ دینے کا تحریری معاہدہ کرنا چاہیں تو اگر تم ان میں صلاحیت پاؤ کہ ان میں یہ صلاحیت ہے، ان کو کوئی ہُنر آتا ہے کہ وہ اس معاہدے کے تحت کوئی کام کر کے اپنی روزی کما سکتے ہیں تو تحریری معاہدہ کر لو اور ان کو آزاد کر دو اور وہ مال جو اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے بھی کچھ انہیں دو۔ یہ جو جنگوں کا خرچ ہے کیونکہ اس وقت انفرادی طور پر پورا کیا جاتا تھا تو جس مالک کے پاس وہ غلام ہے وہ اس کا کچھ خرچ برداشت کرے یا وہ نہیں کر تا تو مسلمان اکٹھے ہو کر اس کے لئے سامان کر دیں اس طرح اس کو آزادی مل جائے یا لکھ کر آزادی مل جائے یا اگر اس کا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے تو جو تھوڑی بہت کمی رہ گئی اپنے پاس سے پوری کر دو تاکہ وہ آزادی سے روزی کما سکے اور اس طرح معاشرے کا آزاد شہری بنتے ہوئے ملکی ترقی میں بھی شامل ہو سکے کیونکہ اس کا ہنر اس کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ ملک کے بھی کام آرہا ہو گا۔

تو یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم جو ہر پہلو سے ہر طبقے پر سلامتی بکھیرنے والی ہے۔ ہر ایک کو آزادی دلوانے والی ہے"۔

(خطبہ جمعہ 29 جون 2007ء)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ کہ اللہ کی رَضاء، تقدیر پر راضی ہونا۔ خدا کی مرضی پر راضی رہنا میری غنیمت ہے۔ غنیمت کا لفظ غَنِمَ سے ہے جس کے معنی مُفت کے مال کے ہیں جو جنگوں میں مسلمانوں کو ملا کرتا تھا۔ اِس کے ایک معنی جو یہاں اپلائی کرنا زیادہ بہتر ہے وہ قابل قدر، قیمتی اور عمدہ مال کے ہیں۔ اِن معنوں کو اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اَلرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ پر لاگو کریں تو معانی یہ ہوں گے کہ اللہ کی ہر بات خواہ وہ طبیعت کے موافق ہو یا ناموافق، راضی رہنے کی عادت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اُس کی دین اور عنایت ہے۔

آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ سردیوں کے روزے ایسا مال غنیمت ہے جو بغیر جنگ اور مشقت کے حاصل ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی) بہت ہی احسن رنگ میں آقا و مولی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مضمون کو سمجھایا ہے۔ روزے خواہ گرمیوں کے ہوں یا سردیوں کے۔ انہیں مال غنیمت قرار دیا ہے۔ گرمیوں میں یہ مال غنیمت محنت و مشقت اور ایک تکلیف کے دور سے گزر کر حاصل ہوتا ہے جبکہ سردیوں میں یہ بغیر جنگ کے حاصل ہو جاتا ہے۔ رمضان کی برکات، اللہ تعالی کے افضال، اس کی رحمتیں، اس کی بخشش، اس کے انعامات خدا تعالیٰ کی طرف سے مال غنیمت ہے۔ اگر ایک رمضان میں مال غنیمت حاصل کیا ہے تو یہ مال وہ ہے جو مستقبل کے کام آئے۔

مال غنیمت کا دوسرا اصول جو قرآن میں بیان ہوا ہے کہ اموال غنیمت میں سے اللہ، اس کے رسول، اقرباء، یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل یعنی مسافروں کے لئے پانچواں حصہ ہے۔ (الانفال:42) اموال غنیمت کو پوٹلی میں بند کر کے نہیں رکھنا بلکہ استعمال کرنا ہے۔ اپنے عزیز و اقارب، مساکین، یتامیٰ اور مسافروں کے لئے۔ یہی وہ سبق ہے جو رمضان ہمیں دیتا ہے۔ رمضان کے روزے ہمیں اللہ کا حق ادا کرنا سکھلاتے ہیں اس کے رسول کا حق، اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے کا سبق دیتے ہیں۔ مخلوق کے حقوق دو طرح کے ہیں۔ ایک تو اموالِ غنیمت سے مال ان کے واسطے خرچ کریں اور دوسرے معانی یہ ہوں گے کہ رمضان میں جو علم، نور اور فیضان و عرفان حاصل کیا ہے وہ اموالِ غنیمت میں سے ہے اُسے اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب تک پہنچائیں۔

ایسے وقت میں، جب مال کی فراوانی انسان کے دل کو پھسلا سکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے امانت کا سبق دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَدُّوا الْخَيْطَ وَالْمِخْيَطَ، وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُولَ فَإِنَّ الْغُلُولَ عَارٌ وَنَارٌ وَشَنَارٌ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (سنن النسائی، حدیث: 4140) کہ سوئی اور اس کا دھاگا یا اس سے بھی چھوٹی چیز اگر کسی کے پاس ہے تو وہ واپس کر دے اور خیانت سے بچو، کیونکہ خیانت قیامت کے دن اپنے مرتکب کے لیے باعثِ عار، آگ اور رسوائی کا باعث ہو گی۔

سامعین! یہ ہے اسلام کی نگاہ میں مالِ غنیمت!

اتنا بڑا مال سامنے ہے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سوئی اور دھاگے تک پہنچ رہی ہے۔ کیونکہ جس معاشرے میں سوئی کی خیانت بھی خیانت ہے، وہاں بڑے خزانے بھی امانت بن جاتے ہیں۔ یہ اعلان سنتے ہی صحابہؓ نے اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا دھاگا اور سوئی تک واپس کر دی۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے دل میں مال سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی قیمت تھی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی مال کو محض تقسیم نہیں کیا بلکہ دلوں کو جوڑنے کا ذریعہ بنایا۔ ابو سفیانؓ، ان کے بیٹوں یزید اور معاویہؓ اور صفوان بن امیہؓ جیسے رؤسائے عرب کو کثیر اموال عطا کیے گئے تا کہ ان کے دل اسلام سے مانوس ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي أُعْطِي قُرَيْشًا أَتَأَلَّفُهُمْ، لِأَنَّهُمْ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ

(صحیح مسلم)

یعنی مَیں قریش کو ان کے دلوں کو مانوس کرنے کے لیے دیتا ہوں کیونکہ وہ ابھی نئے نئے جاہلیت سے نکلے ہیں۔

اور صفوان بن امیہؓ کے دل پر اس فیاضی کا ایسا اثر ہوا کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو دل خریدنے کے لیے نہیں، دل جیتنے کے لیے استعمال فرمایا اور یہ دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن اگر ہم غزوۂ احد کی طرف دیکھیں تو یہاں "دنیا" اور "غنیمت" کے مفہوم کو سمجھنے کا ایک اور نہایت اہم پہلو سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (آلِ عمران:153)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 22 دسمبر 2023ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے غیر مطبوعہ تفسیری نوٹ کی روشنی میں اس آیت کی نہایت خوبصورت وضاحت فرمائی کہ صحابہؓ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مالِ غنیمت کے لالچ میں تھے، ان کی شان کے سراسر خلاف ہے۔

وہ لوگ تو اپنے بیوی بچے، مال اور جانیں تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور کر چکے تھے۔ فتح کی صورت میں مالِ غنیمت مل جانا ایک ضمنی بات ہو سکتی تھی، لیکن ان کا اصل مقصد مال حاصل کرنا نہیں تھا۔

ان کا اصل مقصد کیا تھا؟ دین کی فتح میں اپنا عملی حصہ ڈالنا!

پس اصل غنیمت مال نہیں تھی، اصل غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی کامل اطاعت تھی۔

اور یہی وہ مقام ہے جہاں "مالِ غنیمت" کا ظاہری مفہوم ہمیں ایک وسیع تر روحانی حقیقت کی طرف لے جاتا ہے۔

احادیثِ نبویہ میں آخری زمانہ کے مسیح کے متعلق پیشگوئی آتی ہے:

وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ

(صحیح البخاری، حدیث: 3448)

یعنی مال اس قدر کثرت سے بہے گا کہ کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ہو گا۔

یہ "مال" محض دنیاوی دولت کا نام نہیں بلکہ اس پیشگوئی میں ایک عظیم روحانی حقیقت بھی پوشیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے قرآنِ کریم کے علوم و معارف اور حقانیتِ اسلام کے روشن دلائل کا ایسا فیضان جاری ہو گا کہ دنیا اس روحانی دولت سے مالا مال ہو جائے گی اور یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی عظیم حقیقت ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتی ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"اس جگہ بادشاہت سے مراد دنیا کی بادشاہت نہیں اور نہ خلافت سے مراد دنیا کی خلافت بلکہ جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں جن کو بفضلہٖ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 566)

یہ ہیں وہ خزانے جن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کو متوجہ فرمایا اور پھر آپؑ نے اپنے کلام میں ایک ایسا اعلان فرمایا جو روحانی غنیمت کے پورے تصور کو ایک شعر میں سمیٹ دیتا ہے:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

سامعین! کیا خوبصورت منظر ہے! وہ خزانے جو صدیوں سے دلِ انسان کی دسترس سے اوجھل تھے، قرآنِ کریم کے وہ معارف جو زمانے کی گرد میں چھپ گئے تھے، توحید کے وہ دلائل جو غفلت کے پردوں میں دب گئے تھے اور خدا تعالیٰ سے تعلق کے وہ راز جنہیں دنیا بھلا بیٹھی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ خزانے اب پیش کیے جا رہے ہیں۔ مگر شرط صرف ایک ہے: "اگر کوئی ملے امیدوار۔" خزانہ موجود ہے، مگر لینے والا چاہیے۔

بحرِ معارف موجزن ہے، مگر پیاسا دل چاہیے۔ آسمانِ ہدایت روشن ہے، مگر آنکھیں کھولنے والا چاہیے۔

پس اس زمانہ کی غنیمت تلوار نہیں، دلیل ہے۔ اس زمانہ کی فتح زمینوں کی فتح نہیں، دلوں کی فتح ہے۔ اس زمانہ کا خزانہ سونا اور چاندی نہیں، قرآن کے معارف ہیں اور اس زمانہ کا سب سے بڑا مال وہ روحانی دولت ہے جو انسان کو اپنے خالق سے جوڑ دیتی ہے۔

آج ہمارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی صورت میں روحانی خزائن کا ایک بے بہا سمندر موجود ہے۔ قرآنِ کریم کے معارف، احادیثِ نبویہ کی حکمتیں، خدا تعالیٰ کے وجود کے دلائل، صداقتِ اسلام کے براہین اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ انمول موتی موجود ہیں جن سے دنیا کا ہر طالبِ حق فیض یاب ہو سکتا ہے۔

محترم سامعین! دنیا کا مال تقسیم کیا جائے تو کم ہوتا ہے، مگر روحانی مال تقسیم کیا جائے تو بڑھتا ہے۔
دنیا کا خزانہ انسان سے چھن سکتا ہے، مگر علمِ قرآن، ایمان، تقویٰ اور معرفت وہ غنیمت ہے جسے کوئی چور نہیں چرا سکتا۔ دنیاوی دولت قبر کے دروازے پر رہ جاتی ہے، مگر ایمان اور تقویٰ انسان کے ساتھ اس سفر میں داخل ہوتے ہیں جہاں نہ دولتِ دنیا کام آتی ہے، نہ جاہ و منصب، نہ شہرت اور نہ ظاہری طاقت۔
اس لیے آیئے! ہم "مالِ غنیمت" کے مفہوم کو صرف تاریخ کے ایک باب کے طور پر نہ پڑھیں، بلکہ اسے اپنی زندگی کا آئینہ بنائیں۔ ہم امانت دار بنیں۔ ہم تقویٰ اختیار کریں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی زندگی کی اصل زینت بنائیں۔ ہم قرآنِ کریم کو پڑھیں، سمجھیں اور اس کے نور کو اپنی زندگیوں میں پیدا کریں۔
ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کریں، ان کے روحانی خزائن سے اپنی پیاس بجھائیں اور پھر اس علم و معرفت کو دوسروں تک پہنچائیں اور سب سے بڑھ کر ہم خلافتِ احمدیہ کی اطاعت کو اپنے ایمان کا لازمی حصہ بناتے ہوئے اس روحانی غنیمت کی حفاظت کریں جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں عطا فرمائی ہے۔
یاد رکھیے! اُصل غنیمت وہ نہیں جو ہاتھ میں آئے اور ہاتھ سے نکل جائے، اصل غنیمت وہ ہے جو دل میں اُترے اور انسان کو ہمیشہ کے لیے بدل دے۔ اُصل غنیمت سونا نہیں، صدق ہے۔ اُصل غنیمت چاندی نہیں، تقویٰ ہے۔ اصل غنیمت دنیا کی دولت نہیں، معرفتِ الٰہی ہے۔ اصل غنیمت میدان میں ملنے والا مال نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس زمانہ کی سب سے بڑی غنیمت یہ ہے کہ ہم اس مسیحِ محمدیؑ کے روحانی خزائن سے فیض پائیں جس نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ دین کی تائید تلوار سے نہیں بلکہ دلیل، برہان، نشانات، علم اور روحانی قوت سے ہونی ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اس حقیقی غنیمت کا قدرشناس بنائے، ہمیں قرآنِ کریم کے علوم و معارف حاصل کرنے والا بنائے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والا بنائے، خلافتِ احمدیہ کی کامل اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو ان روحانی خزانوں کو صرف اپنے لیے نہیں رکھتے بلکہ پوری انسانیت تک پہنچانے والے بنتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کے عارضی خزانوں کے بجائے اپنی رضا، محبت، معرفت، ایمان اور تقویٰ کی دائمی دولت سے مالامال فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: نعیم اللہ باجوہ۔ آسٹریلیا)